فلسطین کی ممتاز شاعرہ

فدویٰ طوقان

از:- حقانی القاسمی، نئی دہلی

پانچویں اور آخری قسط

(۵)

کسی بھی شاعر کی آواز اس کے اشکال اور ابعاد سے پہچانی جاتی ہے جب وہ اپنے قوم کے اجتماعی وجدان کی وضاحت یا تعبیر کرتا ہے۔ انفرادی شخصی حالت سے مجموعی انسانی حالات کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ فدوی طوقان ایسی ہی شاعرہ ہیں جنھوں نے قومی احساسات کی ترجمانی کی، اور جدید شعری تحریک میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اس کے اصول اور فنی ستون وضع کئے۔

جون (۱۹۶۷ء) کی شکست سے قبل فدوی کی شاعری زیادہ تر ذاتی جذبات اور احساسات کے ارد گرد گھومتی تھی مگر جون کی شکست نے انھیں اپنی ذات کے حدود اور اپنے محدود دائرے سے باہر نکلنے پر مجبور کردیا اور شہریوں کی مجموعی زندگی

© rasailojaraid.com

میں داخل کردیا۔ جو استعماری اور استحصالی طاقتوں کی دہشت گردی اور تشدد سے چل رہی تھی، اب فدوی اپنے وجود کا پامردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ اور دفاع کرنے لگیں۔ یہیں سے شاعرہ کی زندگی میں ایک نئے روشن نقطے کا آغاز ہوا اور وہ صہیونی تسلط کے خلاف جانباز فدائیین کے ساتھ اپنے سلگتے اشعار کے ذریعے محمود درویش، توفیق زیاد، اور سمیح القاسم کی عملی تحریک میں شامل ہوگئیں جن کی شاعری یہودیوں کے لئے صمود اور مزاحمت کا عنوان اور انسانی بغاوت کا اظہار تھی۔

"ایک پناہ گزین عورت اپنے کمزور لرزتے ہوئے سینے پر چوزے کی مانند ایک بچے کو کھلا رہی ہے، اس کا ایک ہاتھ بچے کے سر پہ ہے اور دوسرے ہاتھ سے اسے سینے سے چمٹائے ہوئے ہے۔ پھر اسے اپنے سینے پر لٹا لیتی ہے۔ اور اس طرح سے بھینچتی ہے۔ شاید وہ اپنی محبت کی تپش سے اس بچے کو ٹھٹھرتی ہوئی رات سے بچانا چاہتی ہے۔ بچہ اپنی ماں کی دھڑکن اور سانسوں کی خوشبو محسوس کرتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو ماں کی گردن میں ڈال کر چمٹ جاتا ہے۔ اور پھر وہ "ماں" کہہ کر پکارتا ہے۔ بچے کے ہاتھ ماں کی گردن اور سینے پہ آہستہ آہستہ حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور وہ اپنے بچے کی خوشبو کو جو اس کے لئے ایک گم شدہ جنت کی مانند ہے، محسوس کرتی ہے اور تڑپ کر اس پر بوسوں کی بوچھار کرنے لگتی ہے"۔

فدوی طوقان کو اپنے جلاوطنی قومی اور وطنی تشخص کا احساس ہے جو قیام اسرائیل کے بعد انہیں اور پریشان کرتا رہتا ہے نظم "اردنیہ فلسطینیہ فی انکلترا" اسی احساس کی ترجمان ہے جس کے چند شعر یوں ہیں؛

س: طقس کئیب ✣ وسماءها ابدا جنابیه

من این؟ اسبانیه؟ –: کلا

انا من الاردن –: عفوا من الاردن؟ لا افهم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

-: انا من ربابی القدس ÷ وطن السنی والشمس

-: یا یا عرفت اذن یهودیة ÷ یا طعنة اهوت علی کبدی

صماء وحشیه :

"کیا سوگوار موسم ہے یہاں! آسمان ہمہ وقت ایک دھند میں لپٹا ہوا ہے تم کہاں کی رہنے والی ہو؟۔ اسپین کی؟ نہیں۔ میں اردن کی ہوں، معاف کرنا میں سمجھ نہیں پائی، میرا وطن قدس کی ہنستی پہاڑیاں ہیں؛ میرا وطن سراسر روشنی اور دھوپ ہے۔ اچھا، اچھا، اب میں سمجھی۔ تم یہودیہ ہو!" آہ! وہ گھاؤ جو میرے جگر تک چلا گیا، بھیانک، وحشیانہ"۔

انہیں احساسات کا ترجمان فدوی کا ایک مشہور قصیدہ "بنوۃ العرافۃ" بھی ہے جو فنی، فکری اور جذباتی اعتبار سے بہت پختہ ہے اس میں المیہ فلسطین اور فلسطینیوں کی در بدری کی کیفیت کو بیان کیا ہے اور انہیں یونانی اسطورہ سسی فس (si syphus) کی طرح قرار دیا ہے جو اپنی زندگی کے بوجھ کو اپنی پیٹھ پر لادے زندگی کے پہاڑ کو عبور کرتا ہے اور اپنی زندگی کی لایعنیت سے مقابلہ کرتا ہے اور جہد للبقاء کے جذبے سے سرشار ہو کر موت کو شکست دینے کی کوشش کرتا ہے یہ قصیدہ اردنی فوج اور تنظیم آزادی فلسطین کے فوجوں کے درمیان ۱۹۷۰ء کی غضبناک لڑائی سے براہ راست متأثر ہو کر لکھا گیا ہے جس کی اختتامی سطروں میں یہ بیان ہے کہ پیش گوئی کرنے والے نے کہا ہے کہ وہ تعویذ شر جو ۱۹۴۸ء میں باندھا گیا ہے اسے مستقبل قریب میں ایک شہ سوار آئے گا اور مار بھگائے گا۔ جب عورت نے "غیب داں" سے دریافت کیا کہ وہ کب آئے گا اور وہ کون ہوگا؟ تو غیب داں نے جواب دیا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حین یصیر الرفض ... ممزقة و جلجلة

جلطة انشار هذی الارض ... من جسمها بقسوة

"جب مسلسل انکار ہماری سرزمین کو کھوکھلا کر دے گا، اسے راکھ کا ڈھیر بنا دے گا، تو اس سرزمین کی بڑی بڑی کھائیاں اسے اس طرح کی تکلیف کا احساس دلائیں گی جو جسم کے گوشت والے حصوں سے گوشت کے ٹکڑوں کے نکالنے کے بعد ہوتی ہے"

اس وقت غیب داں نے عورت کو اس خطرے سے بھی آگاہ کیا کہ اس شہسوار فوجی کی زندگی کو اپنے ہی بھائیوں سے خطرہ ہوگا۔ یہ واضح اشارہ ہے فلسطینی مزاحمتی تحریک کے خلاف عرب بادشاہوں کی مخالفت کا، کہتی ہے:

لکنما الریاح فی هبوبها ... تقول حاذری
الاخوۃ السبعۃ

(جب ہوا کا رخ بار بار یہ خوف دلائے گا کہ اپنے ان ساتوں بھائیوں سے ہوشیار رہو)

تب وہ عورت فوجی کو دیکھنے کی شدید خواہش محسوس کرتی ہے۔ اس میں اسیح کے ذریعہ زرخیزی اسطورہ کے استعمال سے قوم کی نشأۃ ثانیہ پر اعتقاد کا اظہار کیا گیا ہے۔ فدوی اس خیال کو ذیل میں یوں پیش کرتی ہیں۔

وقفت عند الشرفة المغلقة ... احلم بالتکوین
انتظر الآتی
استنبض البذرة الملقاة فی
یغش رحم الارض"

"میں اپنی ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی خیالات میں گم تھی بنیاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کسی کا انتظار کر رہی تھی اور زمین میں دفن شدہ دانوں کی آواز جو مجھے قبل از وقت سنائی دے رہی تھی بس رہی تھی، یہ دانے زمین کے پیٹ کو چیر کر نکلتے ہیں اور گیہوں کی بالیاں زمین کی ساری غذا کو چوس کر نکلتی ہیں۔"

یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوتی ہے اور رشہ سوار پہونچ جاتا ہے جس کو وہ عورت خوش آمدید کہتی ہے مگر اس بہادر فوجی کو اس حقیقت کا احساس ہے کہ اس کی پشت غیر محفوظ ہے اور وہ اپنی زندگی کو خطرے میں سمجھتا ہے، اس لئے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے محبوب کو پیچھے سوار کر لیتا ہے اس طرح اس کی پشت محفوظ رہ سکتی ہے۔ ان کے تمام بھائی پوری طاقت سمیت اس پر دوڑ پڑتے ہیں اور خنجر گھونپتے ہیں۔ اس بہادر کی موت کی صحیح اور بہترا امیج (Image) ان سطروں میں واضح ہوتی ہے:

" قابیل الاحمر منتصب فی کل مکان ؛ قابیل یدق علی الابواب
علی الشرفات ؛ علی الجدران
یتسلق، یقفز، یزحف ثعبانا مبینا ذو نفح ؛ بالف لسان
قابیل یحر یعربد فی الساحات ؛ قابیل الالہ مجنون یحرق روما"

" ذلیل قابیل اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے، اس کے دروازے کو کھٹکھٹاتا ہے، کھڑکی کے ذریعے اندر کود جاتا ہے، اس سانپ کی طرح جب سیدھا راستہ نہیں پاتا تو چھوٹے سوراخوں کے ذریعے اندر گھس جاتا ہے اور اپنی ہزاروں زبانوں سے پھنکارتا ہے۔ چاروں طرف فساد برپا کر دیتا ہے۔ اور یہ قابیل پاگل خدا ہے جو روم کو جلا ڈالتا ہے۔"

قصیدے کا اختتام اس پیشین گوئی کے ساتھ ہوتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولم تزل عرافة الریاح ٭ تطرق بابی الحزین کلما تنفس الصباح

تقول لی! ــــــ ٭ حین تتم دورۃ الفصول

ترجعہ مواسم الامطار ٭ یطلعہ آذار ــــــ

قرعریات الزھر والنوار ۔

"ہواؤں کا رخ جاننے والی ہر صبح میرے غمگین دروازے کو دستک دے کر مجھ سے کہتی ہے: "جب زمانہ اپنی گردش پوری کر لے گا تو موسم بارش اسے دوبارہ واپس لائے گی اور جب مارچ کا مہینہ آئے گا تو یہ پھول اور کلیاں دوبارہ کھلیں گے۔

محولہ بالا قصیدے کے اشارات ذہن پر زور ڈالے بغیر آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں، معاصر شاعروں کی طرح فدوی نے نامانوس رموز وکنایات کے استعمال سے گریز کیا ہے کیونکہ یہ عوامی شعر کے مزاج کے خلاف ہے۔ اس میں مستعمل رموز واشارات آسانی سے اس طور پر سمجھ میں آتے ہیں کہ "الغارس" سے مراد مخلص مسیح وطن ہے "الریاح" وہ مجہول طلسم ہے جو روشنی کی لکیر کو ضیا بخشتا ہے تاکہ تاریکی کا خاتمہ ہو اور نئے مستقبل کی بشارت دیتا ہے۔ "البیت" وہ فلسطین ہے جس پر ۱۹۴۸ء کے بعد یہودیوں کا قبضہ وتسلط ہے۔ "ایلول" تباہی کی علامت ہے "قابیل" سے مراد برادرانہ منافقت وخیانت ہے۔ یہ قصیدہ ان استعماری طاقتوں کے خلاف داخلی جوش واحساسات اور ولولے کا مظہر ہے جنہوں نے ایک قوم پر جلاوطنی الناکی اور دربدری کی زندگی مسلط کردی ہے۔

فدوی طوقان دو شکستوں کی پروردہ ہیں۔ لیکن دونوں کے اثرات کے درمیان بہت فرق ہے۔ ۱۹۴۸ء کی پسپائی نے ان کے رنج والم میں ایک ایسی کیفیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدا کر دی کہ مسئلہ وطن سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کی جستجو میں لگ گئیں اور ۱۹۶۷ء کی شکست نے ان پر یہ اثر ڈالا کہ وہ اپنے انفعالات یادوں اور خیالات کو چھوڑ کر ایسی شاعرہ بن گئیں جو صہیونی تسلط سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کے لئے کوشاں ہو اور اپنے شعروں کے ذریعے آزادی کی جدوجہد کی داستان بیان کرنے لگیں۔ اور اپنی ذات اور داخلی انتقاضات کو بھول گئیں جس کی وجہ سے ان کی شعری آواز میں اصلیت (originality) اور فنی تخلیقیت پیدا ہوئی۔[29]

جون ۱۹۶۷ء کے بعد ان کے جو دو شعری مجموعے "اللیل والفرسان" اور "علی قمۃ الدنیا وحیدا" شائع ہوئے جو دراصل یہودی تسلط، قومی و وطنی ردعمل اور مزاحمت سے متعلق ہیں۔

اول الذکر شعری مجموعے میں شامل ایک نظم "کلمات من الضفۃ الغربیۃ" میں شاعرہ نے مغربی کنارے پر صہیونی تسلط کے نفسیاتی اور معاشرتی احوال و کوائف پر اثرات کی تصویر پیش کی ہے۔ اسی طرح "الطاعون" میں شاعرہ نے صہیونی قبضے کو طاعون کے مساوی قرار دیا ہے۔ "الطوفان والشجرۃ" میں شاعرہ نے جون کی لڑائی کے بارے میں غیر ملکی دشمن نشریات و اخبارات کی غلط بیانی اور جانبداری کے بارے میں لکھا ہے جس میں غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے جون کی شکست کو عربی قوم کی انتہا قرار دیا ہے۔ شاعرہ نے اس صہیونی تسلط کو "طوفان" کے مشابہ قرار دیا ہے جبکہ درخت مقبوضہ زمین پر فلسطینی وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں!

---

[29] ممدوح السکاف: "رحلۃ فی عالم فدوی طوقان" "شئون فلسطینیۃ" اغسطس ۱۹۷۴ء ص ۸۸-۹۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" ستقوم الشجرة ÷ ستقوم الشجرة والانسان

ستنمو في الشمس وتخضر ÷ وستورق ضحكات الشجرة

في وجه الشمس سيأتي الطير ÷ لابد سيأتي الطير

سيأتي الطير "

" یہ درخت عنقریب بڑھے گا اور اس کی شاخیں سورج کی روشنی میں دوبارہ نمو پاکر ہری بھری ہوں گی۔ جب درخت کو سورج کی روشنی ملے گی تو یہ مسکرا اٹھے گا۔ اس کی پتیاں مسکراہٹ سے پھوٹیں گی، ان درختوں اور شاخوں پر چڑیاں آکر بسیرا کریں گی مجھے یقین ہے کہ ایسا ضرور ہوگا "

اللیل و الفرسان میں مقاومت کا ایک نمونہ " قصیدۂ حمزہ " بھی ہے جس میں حمزہ صمود و استقلال کی ایک علامت بن چکا ہے وہ انتہائی صلابت کے ساتھ صیہونی تشدد کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور مکانات کے منہدم کئے جانے کے باوجود کہتا ہے :

" یافلسطین اطمئنی ÷ انا والدار واولادی قرابین خلاصك

نحن من أجلك نحیا و نموت "

" اے فلسطین! میں، گھر اور میرے بچے تم سے چمٹے رہیں گے۔ ہم تمہارے خاطر زندہ رہیں گے اور مریں گے!

حمزہ کی شخصیت کے تعلق سے احسان عباس کی یہ رائے ہے کہ کوئی بھی انسان آج یہ محسوس کرسکتا ہے کہ حمزہ اس سر زمین میں مثبت واقعیت کا ایک نمونہ ہے جو حقیقی قوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور وہ اس قابل ہے کہ اسے فن کا محور بنایا جائے "[۳۰]

[۳۰] احسان عباس: من الذی سرق النار، ص ۲۶۵ بحوالہ خیری منصور، " الکف والمخرز "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فدوی نے اور بہت سے قصیدوں میں فنی تجربے کئے ہیں اور یہیں تک محدود نہیں رہیں بلکہ مزید ترقی و تبدیلی کی کوشش کی اور فنی ساخت کے اعتبار سے ڈرامائی ہیئت پر قصیدے کہنے لگیں۔ اور اس فن کا استعمال کبھی متحرک گفتگو اور کبھی داخلی خود کلامی اور کبھی اخباری تضمینات اور نثری دستاویزات کے استعمال کے ذریعے کی۔ فدوی اپنی شعری اور شعوری تجربات کی کوشش میں برابر لگی رہیں اپنی فنی شخصیت کو نکھارتی اور ان میں موڑ اور تبدیلیاں پیدا کرتی رہیں۔

فدوی کا شعری اسلوب نہ تو غموض و ابہام لئے ہوئے ہے نہ حد درجہ سادگی وہ اپنی متضاد کیفیات کی وجہ سے مختلف ڈگر پر چلتی رہیں، اور مختلف انداز سے شعر کہتی رہیں۔ ان کے شعر مختلف رنگوں اور آوازوں کے ہیں، کسی ایک رنگ پر قدیم ناقدین کی طرح عمدگی کے احکام صادر کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان کے شعری میدان کی تخصیص بھی محال ہے۔ بنت الشاطی کا خیال یہ ہے کہ "فدوی کے شعری میدان کے تعین کی کوشش میں ہم سطح کے توازن (تعادل المستوی) کے سامنے مجبور و متحیر ہو جاتے ہیں اور یہ وہ توازن ہے جو مشرقی شاعرات میں نہیں کے برابر ہے کیونکہ ان کے فکر و ذہن پر مزاج کی حدت اور جذبات کی انتہا پسندی غالب رہتی ہے"[۳۱] ان کی شاعری کا مجموعی کلی تاثر بہت گہرا ہے اسی لئے انکی ایک نظم کو پڑھ کر موشے دایان (Moshe Dayan) نے کہا تھا کہ "یہ نظم بیس کمانڈو کے برابر ہے۔"

(ختم شد)

[۳۱] د۔ بنت الشاطی، "المجری الشعری للشاعرۃ فدوی طوقان"، مجلۃ "الادب" القاہرہ (مایو، ۱۹۵۸)

© rasailojaraid.com